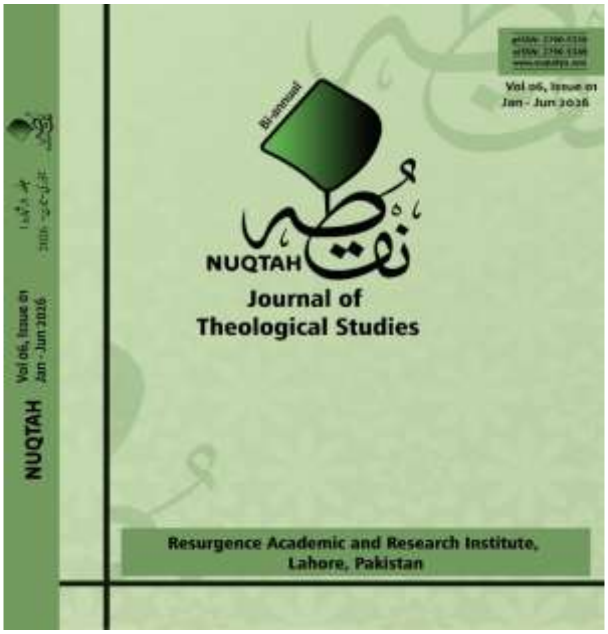

Nuqtah Journal of Theological Studies
Editor: Dr Shumaila Majeed
(Bi-Annual)
Languages: English, Urdu, Arabic
p-ISSN: 2790-5330 e-ISSN: 2790-5349
https://nuqtahjts.com/index.php/njts
Published by:
Resurgence Academic and Research Institute Lahore (53720), Pakistan
Email: editor@nuqtahjts.com

قرآن پر "القول" کا اطلاق: کلامی تناظر میں تفسیری مطالعہ

The Qur'an as *al-Qawl* (The Divine Speech): A Theological Study from Exegetical Perspective

Ehsan Ur Rehman
PhD Scholar Lahore Leads University.
Email: erehman14@yahoo.com

Dr Muhammad Ijaz
Professor Islamic Studies/
Director Directorate of Advanced Studies and Research, Lahore Leads University.
Email: dr.ijaz.isl@leads.edu.pk

Published online: 22 March, 2026
View this issue

OPEN ACCESS
CC BY

Complete Guidelines and Publication details can be found at:
https://nuqtahjts.com/index.php/njts/publication-ethics

Abstract

The Holy Qur'an is the sacred Word of Allah. In the Qur'an itself, it is described by the term al-Qawl ("the Speech" or "the Word"). The application of this term to the Qur'an has given rise to a number of important scholarly discussions. This article aims to examine these debates in detail. Allah Almighty declares in the Qur'an: "So give glad tidings to My servants—those who listen attentively to the Word and then follow the best of it. They are the ones whom Allah has guided, and they are the people of understanding." (Qur'an 39:17–18) There are several possible reasons for describing the Qur'an as *al-Qawl*. The Qur'an is the final and definitive Divine discourse, and as the last of the revealed scriptures, it may be designated *al-Qawl* to signify its conclusive and authoritative nature. In numerous Qur'anic passages, the term *al-Qawl* is employed in the sense of a final divine decree or an irrevocable judgment. Accordingly, the designation may indicate that the Qur'an is Allah's final message to humanity. Another subtle wisdom may be that this terminology emphasizes that every single word of the Qur'an constitutes the Qur'an itself. In Arabic usage, *kalām* (speech/discourse) generally consists of at least two words or a complete sentence, whereas *qawl* (utterance/word) is broader in scope and may refer even to a single word or expression. Thus, referring to the Qur'an as *al-Qawl* highlights the sanctity and authority of each of its words. This article also investigates the scholarly discussions that have arisen from the Qur'an being described as the "statement of the Messenger" (*qawl al-rasūl*). It also examines, through exegetical sources, the interpretation of those Qur'anic passages in which the Qur'an is attributed to Jibrīl (Gabriel) as his "statement" (*qawl Jibrīl*). The study adopts an analytical approach in exploring these theological and exegetical issues.

Key Words: Al-Qawl, Discourse, Qawl al-Rasūl, Qawl Jibrīl

قرآن مجید، اللہ کا کلام مقدس ہے۔ قرآن میں اس پر کلمہ "القول" کا اطلاق کیا گیا ہے۔ قرآن کو القول قرار دینے کے نتیجے میں جن علمی مباحث نے جنم لیا ہے اس مضمون میں ان مباحث کو تفصیلاً بیان کیا جائے گا۔

قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

"فَبَشِّرْ عِبَادِ الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُولَئِكَ الَّذِينَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُولَئِكَ هُمْ أُولُو الْأَلْبَابِ"[1]

"(اے پیغمبر) میرے ان بندوں کو بشارت دے دیجیے جو القول کو غور سے سماعت کرتے ہیں پھر اس کے احسن احکام کی پیروی کرتے ہیں۔ یہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی ہے اور یہی لوگ اہل عقل ہیں۔"

یہاں القول سے مراد لیا گیا ہے۔ اس کی توضیح کی جاتی ہے:

"فِي الْآيَة أقاويل: أَحدهَا: يَسْتَمِعُون القَوْل أَي: الْقُرْآن، فيتبعون أحْسنه، وَالْأَحْسَن هُوَ الْعَفو، والانتصار على الظَّالِم مَذْكُور فِي الْقُرْآن، وَالْعَفو مَذْكُور، وَالْعَفو أحسن الْأَمريْنِ.وَالْقَوْل الثَّانِي: يَسْتَمِعُون القَوْل أَي: يَسْتَمِعُون الْقُرْآن وَغير الْقُرْآن. وَقَوله: {فيتبعون أحْسنه} أَي: الْقُرْآن، وَقَالَ بَعضهم: يَسْتَمِعُون الرُّخص والعزائم، فيتبعون أحْسنهَا أَي: العزائم. وَالْقَوْل الرَّابِع: يَسْتَمِعُون القَوْل أَي: الْكَلَام"[2]

اس آیت سے متعلق متعدد تفسیری اقوال ہیں: اول قول یہ ہے کہ وہ قول کو سنتے ہیں، یعنی قرآن کو، پھر اس کے بہترین پہلو کی اطاعت کرتے ہیں۔ اور بہترین کا مطلب درگزر ہے، کیونکہ ظالم سے انتقام لینا بھی قرآن میں ذکر ہوا ہے اور معاف کرنا بھی مذکور ہے، لیکن معاف کرنا ان دونوں میں زیادہ بہتر ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ بات کو سنتے ہیں، یعنی قرآن کو بھی اور قرآن کے علاوہ کو بھی۔ اور اللہ تعالیٰ کے فرمان {پھر اس کے بہترین کی پیروی کرتے ہیں} سے مراد قرآن ہے۔ بعض نے کہا: وہ رخصتوں اور عزیمتوں کو توجہ سے سنتے ہیں، پھر ان میں سے بہترین کی پیروی کرتے ہیں، یعنی عزیمتوں (ہمت والے کاموں) کی۔ چوتھے رائے یہ ہے کہ وہ بات کو سنتے ہیں، یعنی ہر قسم کے کلام کو۔

اس آیت میں القول کی تاویل جمہور مفسرین کے نزدیک "القرآن" ہے جیسا کہ علامہ ابن الجوزی نے کہا ہے:

"الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ وفيه قولان: أحدها: أنه القرآن، قاله الجمهور"[3]

"جو القول کو غور سے سنتے ہیں اور اس میں دو تفسیریں ہیں۔ ایک یہ اس سے مراد قرآن ہے۔ یہ جمہور کا قول ہے"

قرآن کو "القول" کہنے کی معنوی حکمتیں

قران مجید کو القول کی متعدد حکمتیں ممکن ہیں۔

قرآن حتمی کلام ہے

قرآن خاتم الکتب ہے اس لیے اس پر القول کا اطلاق کیا گیا۔ قرآن مجید میں القول کا متعدد مقامات پر استعمال حتمی امر الٰہی اور آخری فیصلے کے معنی میں کیا گیا ہے۔ لہٰذا "القول" سے یہ مراد ہے کہ یہ آخری کلام اللہ ہے۔

قرآن میں ہے:

"ما يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ"[4]

میرے ہاں قول (بات) بدلتی نہیں ہے

یہاں قول حتمی بات کے معنی میں ہے۔

اسی طرح ارشاد ربانی ہے:

"لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلَى أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُون"[5]

تحقیق ان پر قول حق ثابت ہو گیا کہ ان کی اکثریت ایمان نہیں لائے گی

اس کی تفسیر میں طبری لکھتے ہیں:

"لِأَنَّ اللهَ قَدْ حَتَّمَ عَلَيْهِمْ فِي أُمِّ الْكِتَابِ"[6]

"کیوں اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے لوح محفوظ میں حتمی فیصلہ لکھ دیا"

گویا کہ قرآن کو القول کہنا اس کی قطعیت، خاتمیت اور محفوظیت کے عقیدے کا بیان ہے۔

قرآن کا ہر لفظ قرآن ہے

واضح رہے کہ کلام کم از دو جملوں پر مشتمل ہوتا ہے جب کہ قول عام ہے چاہے ایک جملہ ہو یا ایک لفظ۔

امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

"ماہرین لسان کہتے ہیں کہ کلام دو یا دو سے زیادہ کلمات سے مرکب ہوتا ہے اور اس کا ایک مکمل مفید مطلب ہوتا ہے۔

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کلام دو کلمات سے مرکب ہوتا ہے لیکن وہ کوئی معنی بہم نہیں کرتا، تو اس کو کلام نہیں قرار دیا جاتا، بلکہ ماہرین لغت اسے قول کہتے ہیں۔ کلام دو کلمات سے مرکب ہوتا ہے، اور کلام کی اصل "کلمہ" ہے۔ کلمہ تین اقسام پر مشتمل ہوتا ہے: اسم، فعل اور حرف۔ انہی سے کلام بھی بنتا ہے اور قول بھی تشکیل پاتا ہے۔

"لسان العرب" میں بیان ہوا ہے کہ قول دراصل ترتیب کے ساتھ ادا کیا گیا کلام ہے، اور یہ ہر وہ لفظ ہے جسے زبان ادا کرے خواہ وہ مکمل ہو یا ناقص۔ اس سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ قول، کلام سے زیادہ عام ہے۔ مثال کے طور پر مفید کلام: "قام زید"۔ یہ ایک مفید کلام ہے یعنی معنی دینے والا کلام ہے۔ جو دو کلمات سے مرکب ہے اور اس کا

مستقل معنی ہے۔ لیکن قول کبھی دو ایسے کلمات پر بھی مشتمل ہو سکتا ہے جن کے درمیان کوئی ربط نہ ہو، اور لغت کے اعتبار سے وہ ترکیب تو رکھتے ہوں مگر مفید نہ ہوں، جیسے: " قام، صار "—اگر ہم انہیں ملا دیں تو کوئی مکمل مفہوم پیدا نہیں ہوتا۔ اس طرح کا لفظ یا ترکیب مفید نہیں ہوتی۔

نحو کی کتابوں میں آیا ہے کہ قول کی تعریف یہ ہے: ہر وہ لفظ جسے انسان ادا کرے، خواہ وہ مرکب ہو یا مفرد، اور خواہ مفید ہو یا غیر مفید۔ اور قول سے مراد وہ مفرد الفاظ بھی ہیں جن سے کلام تشکیل پاتا ہے۔"[7]

شیخ ابن تیمیہ کی درج بالا عبارت سے واضح ہوتا ہے:

ا۔ قرآن کو قول قرار دینے کا مطلب ہے کہ اس کا ہر لفظ قرآن ہے۔ اور یہ رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث سے بھی واضح ہے۔ فرمایا:

"عن عَبْدَ اللهِ بْنَ مَسْعُودٍ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنْ كِتَابِ اللهِ فَلَهُ بِهِ حَسَنَةٌ، وَالحَسَنَةُ بِعَشْرِ أَمْثَالِهَا، لاَ أَقُولُ الم حَرْفٌ، وَلَكِنْ أَلِفٌ حَرْفٌ وَلاَمٌ حَرْفٌ وَمِيمٌ حَرْفٌ"[8]

"حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے کتاب اللہ سے ایک حرف پڑھا تو اس کے لیے نیکی ہے اور نیکی بھی دس گنا۔ میں یہ نہیں کہتا ہے الم ایک حرف ہے بل کہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم علیحدہ حرف ہے۔"

اس حدیث میں حروف پر نیکیوں کا ذکر ہے۔ اگر وہ حروف قرآن نہ ہوتے تو ان پر دس نیکیوں کا اجر نہ ہوتا۔ لیکن الم پر کلام کا اطلاق نہیں ہوتا کیوں اس کا معنی ہی معلوم نہیں البتہ قول کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا ہے قرآن کا کوئی لفظ اگر قرآن کی نیت سے بولا جائے گا تو اس پر نیکیاں ملیں گی کیوں کہ اس پر قرآن کا اطلاق ہوگا۔ البتہ بلانیتِ قرآن اگر قرآنی الفاظ بولے جائیں گے تو اس پر عربی الفاظ کا اطلاق ہوگا۔ جیسے ذالک اور هو اور اسی طرح بیسیوں الفاظ جو عربی زبان کے روزمرہ کے الفاظ ہیں اور قرآن میں بھی موجود ہیں۔ کوئی شخص عربی زبان میں گفتگو کر رہا ہو تو بیسیوں بار قرآنی الفاظ اس کی گفتگو میں آئیں گے لیکن چوں کہ اس کی نیت قرآنی الفاظ کی نہیں ہوتی اور عرفِ زبان میں بھی اس کو کوئی قرآنی الفاظ نہیں سمجھتا اس لیے اس پر اجر و ثواب نہیں ہوگا۔

البتہ اگر اس میں اہل علم کا اختلاف ہے اگر کوئی قرآنی آیات بلانیتِ قرآن پڑھے تو قرآن ہوگا یا غیر قرآن۔ اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے۔

جو شخص قرآن پڑھتا ہے، وہ تین حالتوں سے خالی نہیں ہوتا:

پہلی حالت: یہ نیت کرے کہ جو کچھ پڑھا جا رہا ہے وہ قرآن ہے اور تلاوت کے ذریعے اللہ کی عبادت کی نیت بھی ہو۔ اس صورت میں اس پر قرآن کے احکام لاگو ہوں گے، اور یہ دینِ اسلام کی بدیہات میں سے ہے۔

دوسری حالت: نہ یہ نیت کرے کہ یہ قرآن ہے، اور نہ ہی تلاوت کے ذریعے عبادت کی نیت ہو؛ جیسے وضو اور کھانے کے وقت "بسم اللہ" کہنا، کھانے یا چھینک کے بعد "الحمد للہ" کہنا، یا کسی سے کہنا: "خذ الكتاب بقوة" (کتاب مضبوطی سے پکڑو) اور "ادخلوها بسلام آمنين" (سلامتی کے ساتھ داخل ہو جاؤ)۔

نبی ﷺ سے کھانے کے وقت تسمیہ اور حمد کہنا تواتر کے ساتھ ثابت ہے، اور آپ ﷺ اس سے پہلے "أعوذ بالله من الشيطان الرجيم" نہیں پڑھتے تھے، کیونکہ مقصد ذکر ہوتا تھا۔ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ اس صورت میں قرآن کے احکام لاگو نہیں ہوتے۔[9]

ابن قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں: "اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ جنبی مرد، حیض اور نفاس والی خاتون اللہ کا ذکر کر سکتے ہیں اور انہیں غسل کے وقت "بسم اللہ" کہنے کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ اس سے بچ بھی نہیں سکتے"[10]

تیسری حالت: یہ نیت کرے کہ یہ قرآن ہے لیکن تلاوت کے ذریعے عبادت کی نیت نہ ہو جیسے دلیل کے طور پر آیت پڑھنا، دم کرنے کے لیے سورۂ فاتحہ پڑھنا، مصیبت کے وقت «إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ» کہنا، سواری پر بیٹھتے وقت "سُبْحَانَ الَّذِي سَخَّرَ لَنَا هَذَا وَمَا كُنَّا لَهُ مُقْرِنِينَ"[11] پڑھنا، فقہ کی کتاب میں آیت پڑھنا، خطبہ یا وعظ میں قرآن پڑھنا وغیرہ۔

تو کیا ایسی صورت میں اسے تلاوت کرنے والے پر عبادت کی نیت سے کرنے والے کے احکام ثابت ہوں گے؟ مثلاً اگر وہ جنابت کی حالت میں ہو تو کیا اس پر قرآن پڑھنا حرام ہو گا اور اس کے لیے تسمیہ و استعاذہ مستحب ہو گا، یا نہیں؟

اس مسئلے میں اہلِ علم کے دو قول ہیں:

پہلا موقف:

نیت کی بنیاد پر قرآن کے احکام لاگو ہوں گے۔ اگر آیات یا سورت پڑھتے وقت یہ نیت کرے کہ یہ قرآن ہے اگرچہ عبادت کی نیت نہ ہو، تب بھی قرآن کے احکام لاگو ہوں گے۔ اور اگر یہ نیت نہ کرے کہ یہ قرآن ہے تو احکام لاگو نہیں ہوں گے۔

یہ موقف احناف[12]، مالکیہ[13]، شافعیہ[14] اور حنابلہ[15] کا ہے، اور عطاء بن ابی رباح[16] کا بھی یہی مذہب ہے۔

دلائل:

دلیل اول:

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "فَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ"[17]

اس آیت میں قرآن کا لفظ عام ہے، تھوڑا ہو یا زیادہ، بشرطیکہ قرآن کی نیت ہو۔ لہٰذا جب بھی نیت تلاوتِ قرآن ہو تو استعاذہ کی ضرورت ہو گی نہ کہ بلانیتِ قرآن۔

دلیل دوم:

ہر قل کو نبی ﷺ نے اپنے دعوتی مکتوب میں قرآن کی آیت تحریر کی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر قرآن لکھنے یا پڑھنے میں اصل مقصد قرآن نہ ہو، تو اس کے احکام لاگو نہیں ہوتے۔ آپ ﷺ نے ہر قل کو لکھا:

"فَإِنْ تَوَلَّيْتَ فَعَلَيْكَ إِثْمُ الْإِرِيسِيِّينَ {يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ}"[18، 19]

"اگر تو نے منہ پھیرا تو تجھ پر اریسین (نصرانیوں) کا گناہ ہو گا۔ اے اہل کتاب اس کلمہ کی طرف آؤ جو ہمارے تمہارے درمیان مشترک ہے کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور ہم باہم ایک دوسرے کو اللہ کے علاوہ رب نہ بنالیں۔ پس اگر وہ منہ پھیریں تو کہہ دو گواہ رہو ہم تو مسلمان ہیں"

دلیل سوم:

حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: "اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے"۔[20] جو چیز پڑھی جا رہی ہے وہ قرآن بھی ہو سکتی ہے اور غیر قرآن بھی، اس کی تعیین نیت سے ہو گی۔

دوسرا موقف:

اس صورت میں قرآن کے احکام لاگو نہیں ہوتے۔ جب تک کہ تلاوت و تعبد کی نیت نہ ہو۔ اور اس کے لیے ضروری ہے کہ جب قرآن کی تلاوت مقصود ہو تو کہے قال اللہ تعالیٰ۔ یہ قول سیوطی[21]، ابن عاشور[22] کا ہے۔

دلائل:

دلیل اول: نبی ﷺ کا رات کو اٹھ کر بغیر استعاذہ کے سورۂ آل عمران کی آخری دس آیات پڑھنا۔[23]

دلیل دوم: "حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک رات رسول اللہ ﷺ نے ان اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جگایا اور فرمایا: "ألا تصليان؟ کیا تم نے تہجد کی نماز نہیں پڑھنی؟"

میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہماری جانیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں، جب چاہے گا ہمیں اٹھادے گا۔ آپ ﷺ واپس چلے گئے اور کچھ نہ فرمایا، پھر میں نے سنا کہ آپ ﷺ جاتے ہوئے اپنی ران پر ہاتھ مارتے ہوئے فرمارہے تھے:

وكان الإنسان أكثر شيء جدلًا[24]

اور انسان سب سے زیادہ جھگڑالو (یا بحث کرنے والا) ہے۔

اس میں رسول اللہ ﷺ نے آیت پڑھنے سے پہلے اعوذ باللہ نہیں پڑھی۔

دلیل سوم: بہت سے نصوص سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی ﷺ، صحابہؓ اور تابعین جب بغیر نیتِ تلاوت قرآن پڑھتے تھے تو نہ استعاذہ پڑھتے تھے اور نہ بسم اللہ۔

البتہ محض قول کے مطابق تلاوتِ قرآن سے نماز کی ادائیگی کا حکم نہیں ہوگا۔ بلکہ اتنی تلاوت ہو جس پر کلام کا اطلاق ہو۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

"وَلِأَنَّ الْإِجْمَاعَ انْعَقَدَ عَلَى أَنَّ الصَّلَاةَ لَا تَصِحُّ بِنِصْفِ آيَةٍ وَقَالَ جَمْعٌ مِنَ الْعُلَمَاءِ: تجزئ بآية وآخرون بثلاثة آيَاتٍ وَآخَرُونَ لَا بُدَّ مِنْ سَبْعٍ"[25]

اس پر اجماع منعقد ہوا ہے کہ نماز درست صرف نصف آیت کی تلاوت سے درست نہ ہوگی۔ علما کے ایک گروہ نے کہا کہ ایک آیت کم از کم پڑھنا جواز کے لیے ضروری ہے جب دوسرے نے کہا کم از کم تین آیات اور دیگر نے کہا کہ کم از کم سات آیات۔

کلام اور قول کو ہم معنی قرار دینا

قرآن مجید کو خود قرآن میں ہی کلام اللہ کہا گیا ہے:

"وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ"۔[26]

"اگر مشرکین میں سے کوئی آپ سے پناہ لے تو اس کو پناہ دو یہاں تک کہ وہ کلام اللہ کو سن لے پھر اس کو اس کی جائے امن تک پہنچادو"۔

اس آیت میں قرآن کو کلام اللہ کہا گیا اور اوپر کی آیت میں قول کہا گیا۔ اس کے ذریعے یہ بتلایا کہ کلام اور اس کے متبادل جتنے بھی الفاظ ہیں وہ سب قرآن پر بولے جاسکتے ہیں

۔

قرآن پر قولِ رسول اللہ ﷺ ہونے کا اطلاق

قرآن مجید میں ہی قرآن پر رسول اللہ ﷺ کے قول کا اطلاق کیا گیا ہے:

(إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ) "يقول تعالى ذكره: إن هذا القرآن لقول رسول كريم، وهو محمد صلى الله عليه وسلم يتلوه عليهم"[27]

امام ماتریدی، قرآن کو قولِ محمد ﷺ قرار دینے کی توجیہ یہ کرتے ہیں:

"وقوله - عَزَّ وَجَلَّ -: (إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ) أي: الذي تسمعونه منه تسمعون من رسول كريم، ثم ذكر - هاهنا - أنه قول رسول كريم، وقال في موضع آخر: (وَإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ)، فذكر - هاهنا -: كلام اللَّه، وذكر في الآية الأولى: أنه قول رسول كريم، فأما ما أضيف إلى الرسول فهو من حيث بلوغنا إليه من جهة الرسول، لا بأمر غيره وصلنا إليه، وأضيف إلى اللَّه - تعالى - لأن مجيئه وبدأه من عنده، وأضيف إلى الرسول؛ لأن ظهوره في حقنا كان به، وهذا كما أضيف ما وعاه القلب إلى الأذن بقوله: (وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ)؛ لأنه إنما يوصل إلى الوعي بالأذن؛ فعلى ذلك أضيف القول إلى الرسول من حيث كان سماع الخلق من جهة الرسول، عليه السلام. الى آخره"[28]

"اور اس کا فرمانِ عزوجل: ﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ﴾ یعنی: جو کچھ تم اس (رسول) سے سنتے ہو، وہ ایک معزز رسول سے سنتے ہو۔

پھر یہاں یہ ذکر کیا کہ یہ رسولِ کریم کا قول ہے، جبکہ دوسری جگہ فرمایا: "وإِنْ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّى يَسْمَعَ كَلَامَ اللَّهِ"[29] یہاں اسے "کلامُ اللہ" کہا، اور پہلی آیت میں "رسولِ کریم کا قول" قرار دیا۔ پس جو چیز رسول کی طرف منسوب کی گئی ہے، وہ اس اعتبار سے ہے کہ وہ ہمیں رسول کے ذریعے پہنچی ہے، نہ کہ کسی اور ذریعے سے۔ اور اسے اللہ تعالیٰ کی طرف اس لیے منسوب کیا گیا ہے کہ اس کا آنا اور اس کی ابتدا اسی کی طرف سے ہے۔ اور رسول کی طرف اس لیے نسبت کی گئی کہ ہمارے حق میں اس کا ظہور اسی کے ذریعے ہوا۔ یہ اسی طرح ہے جیسے دل میں محفوظ ہونے والی بات کو کان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، جیسا کہ فرمایا: "وَتَعِيَهَا أُذُنٌ وَاعِيَةٌ" کیونکہ حقیقت میں سمجھ (ادراک) تک پہنچنے کا ذریعہ کان ہی بنتا ہے؛ اسی طرح قول کو رسول کی طرف منسوب کیا گیا، کیونکہ مخلوق کا سننا رسول ہی کے واسطے سے ہے"

پھر اصل بات یہ ہے کہ "کلام" اور "قول" خود براہِ راست سنے نہیں جاتے، بلکہ ان سے جو چیز سنی جاتی ہے وہ آواز ہوتی ہے، جس کے ذریعے کلام اور قول پہچانے جاتے ہیں اور ان پر دلالت ہوتی ہے۔ یہ نہیں کہ حقیقت میں کلام ہی آواز ہو۔ اسی بنا پر اس قرآن کو بھی "کلامُ اللہ" کہا جاتا ہے، اس اعتبار سے کہ یہ اللہ کے کلام پر دلالت کرتا ہے، نہ یہ کہ حقیقت میں جو سنا جا رہا ہے وہ عین اللہ کا کلام (بطورِ صوت) ہے۔

اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس فرمان کا معنی یہ ہو: ﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ﴾ یعنی: جو کچھ تم نے نبی ﷺ سے سنا، وہ تم تک ایک معزز رسول کے ذریعے پہنچا، جس نے اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل کیا تھا۔ اس بات کا ذکر اس لیے کیا گیا تاکہ لوگوں کو اس بات سے مطمئن کر دیا جائے کہ اس میں شیاطین یا دشمنوں کی طرف سے کوئی خلط ملط شامل نہیں ہے۔

امام ماتریدی کی درج بالا عبارت قرآن کو قول اللہ کے بجائے قولِ رسول اللہ ﷺ کہنے کی یہ وجوہات ہو سکتی ہیں:

۱۔ جس طرح کان دھرنا سے مراد کسی چیز کو عقل و شعور میں محفوظ کرنا ہے۔ کان ذریعہ ہوتا ہے لیکن اس کو ہی اصل کی حیثیت سے بول دیا جاتا ہے۔ یہاں رسول اللہ ﷺ ذریعہ ہیں لیکن اس واسطہ اور ذریعہ کی عظمت کے اظہار کے لیے اس کی طرف نسبت کی گئی۔

۲۔ اللہ کا کلام یا اللہ کا قول سننے والے براہِ راست نہیں سن سکتے بل کہ رسول کا قول ہی سنتے ہیں، اس لیے مجازاً اس کو قولِ رسول کہہ دیا گیا۔ کیوں کہ کلام اللہ انسانوں نے کبھی نہیں سنا۔

۳۔ قرآن کو قولِ رسول کہنے کا مطلب قرآن کا محفوظ ہونا ہے۔ قاصد نے اگر اس کو صحیح صحیح پہنچا دیا۔ یعنی قولِ جن یا قولِ شیطان نہیں بل کہ اللہ کے قاصد کا کلام ہے جیسا اس کو دیا گیا ویسا ہی پہنچایا ہے۔

قرآنی نصوص سے واضح ہے کہ قرآن کو قولِ رسول ﷺ حقیقتاً نہیں کہا گیا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے:

"وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنا بَعْضَ الْأَقاوِيلِ لَأَخَذْنا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ لَقَطَعْنا مِنْهُ الْوَتِينَ فَما مِنْكُمْ مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حاجِزِينَ"[30]

"اگر وہ (رسول) کچھ اقوال گھڑ کر ہمارے سے منسوب کرتے تو ہم ان کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے پھر ہم ان کی شہ رگ کاٹ دیتے پھر تم میں سے کوئی ان کی حفاظت کے لیے آڑ بننے والوں میں نہ ہوتا"۔

اس آیت میں صراحتاً رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اقوال کے قرآن میں نہ ہونے کی نفی ہے۔

اسی طرح قرآن نے رسول اللہ ﷺ کی بات نقل کی ہے:

"قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِن تِلْقَاءِ نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلاَّ مَا يُوحَى إِلَيَّ"[31]

"کہہ دیجیے اے پیغمبر کیسے میرے لیے ممکن ہے کہ میں اس قرآن کو اپنے ذاتی القاء سے تبدیل کر دوں میں تو بس اس کی پیروی کرتا ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔"

تفسیر ثعلبی میں قولِ رسول ﷺ قرار دینے کی توجیہات درج ذیل ہیں:

"إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ أي تلاوة محمد وتبليغه، وقيل: لقول مرسل رسول كريم فحذف كقوله وَسْئَلِ الْقَرْيَةَ"[32]

"﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ﴾ یعنی: یہ محمد ﷺ کی تلاوت اور ان کی طرف تبلیغ کا نتیجہ ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب ہے: "لقول مرسل رسول کریم۔ ایک بھیجے گئے معزز رسول کا قول"، پس یہاں لفظ مرسل محذوف ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کے فرمان ﴿وَاسْأَلِ الْقَرْيَةَ﴾ میں (اہلِ قریہ) مراد لیا گیا ہے۔"

درج بالا عبارت میں دو توجیہات ہیں:

ا۔ قرآن کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کی تلاوت اور تبلیغ کے ذریعے ہی پتا چلتا ہے کہ یہ قرآن ہے۔ گویا قولِ رسول ﷺ پر ہی قرآن کا دارومدار ہے۔ اس لیے ان کی طرف نسبت کی گئی۔

۲۔ اصل میں اس میں لفظ مرسل محذوف ہے۔ یعنی تقدیر آیت اس طرح ہے **لقول مرسل رسول کریم** یہ ایک مبعوث کیے گئے کریم پیغمبر کا قول ہے۔ اس صورت میں قولِ رسول ﷺ کے ساتھ وضاحت ہو جاتی ہے کہ وہ مبعوث من اللہ ہیں اور اس قول کا تعلق ان کی نبوت و رسالت سے ہے۔ نبی سے اللہ کلام کرتا ہوتا ہے اور اس پر وحی آتی ہے۔[33]

قرآن پر قولِ جبریل ہونے کا اطلاق

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

"إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ ذِي قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِينٍ مُطَاعٍ ثَمَّ أَمِينٍ"[34]

"بلاشبہ یہ ایک کریم پیغامبر کا قول ہے وہ قوت والا ہے اور عرش کے والے پاس مقام رکھتا ہے۔ پیروی کیا جاتا ہے پھر امانت دار ہے۔"

یہاں "رسول کریم" سے مراد جبریل ہیں۔

"إن هذا القرآن لقول رسول كريم، يعنى به جبريل عليه السلام"[35]

"بے شک یہ قرآن رسول کریم کا قول ہے یعنی جبریل علیہ السلام کا"

اس کی توجیہ میں مکی بن ابی طالب لکھتے ہیں:

"وهذا إضافة لفظ، لا إضافة ملك، ولا إضافة نوع إلى جنسه، وهو بمنزلة قولك. "باب الدار وسرج الدابة" ومثله قوله تعالى: (إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ).فأضاف القول إليه لأنه هو ينزل به، وهو جبريل - عليه السلام -. وهذا من اتساع لغة العرب"[36]

"اور یہ نسبت لفظی نسبت ہے، نہ کہ ملکیت کی نسبت، اور نہ ہی نوع کی اپنے جنس کی طرف نسبت۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے تم کہتے ہو: "گھر کا دروازہ" اور "سواری کی زین"۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ﴾، پس قول کو رسول کی طرف اس لیے منسوب کیا گیا ہے کہ وہی اسے لے کر نازل ہوتا ہے، اور وہ جبرائیل علیہ السلام ہیں۔ یہ عربی زبان کی وسعت اور اس کے اسلوب میں سے ہے۔"

اس عبارت میں یہ کہا گیا ہے کہ یہ اسلوب بیان کے باعث قرآن کی نسبت جبریل کی طرف ہے جیسے ہم کہتے ہیں گھر کا دروازہ۔ دروازہ گھر کی نہ تو ملکیت ہوتا، نہ دروازہ گھر نے بنوایا ہوتا ہے اور نہ گھر اور دروازہ کی نوع یا جنس ایک ہوتی ہے۔ یہ محض اسلوب بیان ہوتا ہے جس میں لفظ کی نسبت ایک لفظ کی طرف کی جاتی۔

تفسیر ماوردی میں اس کی توجیہ اس طرح کی گئی ہے:

"فإن كان المراد به جبريل فمعناه قول رسول لله كريم عن رب العاليمن لأن أصل القول الذي هو القرآن ليس من الرسول , إنما الرسول فيه مبلغ على الوجه الأول , ومبلغ إليه على الوجه الثاني"[37]

"پس اگر اس سے مراد جبرائیل ہوں تو اس کا معنی یہ ہو گا کہ یہ اللہ کے ایک معزز رسول کا قول ہے، جو ربِّ العالمین کی طرف سے ہے؛ کیونکہ اصل قول یعنی قرآن رسول کی طرف سے نہیں ہے، بلکہ پہلی صورت میں رسول اس کو آگے پہنچانے والا ہے، اور دوسری صورت میں اس تک یہ (کلام) پہنچایا گیا ہے۔"

اس عبارت میں بھی حذف کی ہی توجیہ معلوم ہوتی ہے اور تقدیر کلام ہے **قول رسول لله کریم عن رب العالمین** یہ اللہ کے ایک معزز رسول کا قول ہے، جو ربِّ العالمین کی طرف سے ہے۔

خلاصہ تحقیق

۱۔ قرآن پر قول کا اطلاق اس کی حتمیت و خاتمیت کے اظہار کے لیے ہے کیوں کہ قرآن میں "القول" بہ معنی حتمی اور غیر مبدل بات کے استعمال ہوا ہے۔

۲۔ قرآن پر القول کے اطلاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا ہر لفظ قرآن ہے کیوں کہ قول مفرد و مرکب الفاظ اور مرکب تام و ناقص سب پر بولا جاتا ہے۔

۳۔ قول اور کلام میں اگرچہ معنوی و اطلاقی فرق ہے لیکن قرآن کو کلامِ الٰہی کہنے اور قولِ الٰہی کہنے میں، کوئی فرق نہیں۔ قرآن کلامِ الٰہی بھی ہے اور قولِ الٰہی بھی ہے۔

۴۔ قرآن کو قرآن میں قول رسول اللہ ﷺ کہا گیا ہے۔ یہ نسبت مجازی ہے، جیسے بادشاہ کی بات اگر قاصد پہنچائے تو بادشاہ تو موجود نہیں بل کہ قاصد کا قول ہوتا ہے۔ اس کی دیگر توجیہات بھی کی گئی ہیں۔

۵۔ قرآن کو قرآن میں قولِ جبریل کہا گیا، کیوں کہ وہ واحد واسطہ اور ذریعہ ہے جس کے ذریعے قرآن رسول اللہ ﷺ تک پہنچا۔

حوالہ جات:

[1] الزمر۔۱۷،۱۸

1. Al-Zumar, 39:17–18.

[2] ابو المظفر منصور بن محمد التمیمی السمعانی (المتوفی: ۴۸۹ھ)، تفسیر القرآن، تحقیق: یاسر بن ابراھیم، غنیم بن عباس (الریاض: دار الوطن، طبع اول، ۱۴۱۸ھ/ ۱۹۹۷ء)، ۴/ ۴۶۴۔

2. Abū al-Muẓaffar Manṣūr ibn Muḥammad al-Tamīmī Al-Samʿānī, (d. 489 AH), *Tafsīr al-Qurʾān*, ed. Yāsir ibn Ibrāhīm and Ghunaym ibn ʿAbbās, Dār al-Waṭan, Riyadh, 1st ed., 1418 AH/1997 CE, 4/464.

[3] الجوزی، عبد الرحمن بن علی بن محمد، (المتوفی: ۵۹۷ھ)، زاد المسیر فی علم التفسیر، المکتب الاسلامی - بیروت، ج ۴، ص 12

3. Al-Jawzī, ʿAbd al-Raḥmān ibn ʿAlī ibn Muḥammad, d. 597 AH, Zād al-Masīr fī ʿIlm al-Tafsīr, al-Maktab al-Islāmī, Beirut, vol. 4, p. 12

[4] سورۃ ق 29/ 26

4. Sūrat Qāf 29/26.

[5] سورۃ یس 7/ 22

5. Sūrat Yā Sīn 7/22

[6] الطبری، محمد بن جریر، ابو جعفر (المتوفی: ۳۱۰ھ)، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، تحقیق: الدکتور عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، دار ھجر، بیروت، طبع اول، ۱۴۲۲ھ/ ۲۰۰۱ء، ج۱۹، ص ۴۰۲

6. Al-Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr, Abū Jaʿfar, d. 310 AH, Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān, ed. Dr. ʿAbd Allāh ibn ʿAbd al-Muḥsin al-Turkī, Dār Hajar, Beirut, 1st ed., 1422 AH/2001 CE, vol. 19, p. 402

[7] عمر بن سعود بن فھد العید، شرح لامیۃ ابن تیمیۃ، موقع الشبکۃ الاسلامیۃ، درس ۱۹

7. ʿUmar ibn Saʿūd ibn Fahd al-ʿUayd, Sharḥ Lāmiyyat Ibn Taymiyyah, Mawqiʿ al-Shabakah al-Islāmiyyah, Dars 19.

[8] الترمذی، محمد بن عیسی، أبو عیسی، (المتوفى:279ھ)، سنن الترمذی، تحقیق وتعلیق: أحمد محمد شاکر، شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفى البابي الحلبي - مصر، الطبعہ الثانیہ، ۱۳۹۵ھ 1975م، ج۵، ص۲۵، رقم حدیث:۲۹۱۰،"بَابُ مَا جَاءَ فِيمَنْ قَرَأَ حَرْفًا مِنَ الْقُرْآنِ مَالَهُ مِنَ الأَجْرِ"۔

8. Al-Tirmidhī, Muḥammad ibn ʿĪsā, Abū ʿĪsā, d. 279 AH, Sunan al-Tirmidhī, ed. and commented by Aḥmad Muḥammad Shākir, Sharikat Maktabah wa Maṭbaʿat Muṣṭafā al-Bābī al-Ḥalabī, Egypt, 2nd ed., 1395 AH/1975 CE, vol. 5, p. 25, Ḥadīth no. 2910, "Bāb mā jāʾa fī man qaraʾa ḥarfan min al-Qurʾān mā lahu min al-ajr"

[9] البخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبداللہ، صحیح البخاری، ج1، ص2056، رقم الحدیث، 5061، دار ابن کثیر، الیمامۃ – بیروت، الطبعۃ الثالثۃ، 1407-1987

9. Al-Bukhārī, Muḥammad ibn Ismāʿīl, Abū ʿAbd Allāh, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, vol. 1, p. 2056, Ḥadīth no. 5061, Dār Ibn Kathīr, al-Yamāmah, Beirut, 3rd ed., 1407 AH/1987 CE.

[10] ابن قدامہ، عبداللہ بن احمد، ابو محمد، المقدسی (المتوفى:۶۲۰ھ)، المغنی، مکتبۃ، القاہرۃ، ۱۳۸۸ھ / ۱۹۶۸ء، ج۱، ص۱۰۶

10. Ibn Qudāmah, ʿAbd Allāh ibn Aḥmad, Abū Muḥammad, al-Maqdisī, d. 620 AH, al-Mughnī, Maktabah, Cairo, 1388 AH/1968 CE, vol. 1, p. 106.

[11] سورۃ الزخرف، ۲۵/۱٤

11. Sūrat al-Zukhruf, 43:25

[12] برھان الدین، محمود بن احمد، ابو المعالی، البخاری (المتوفى:۶۱۶ھ)، المحیط البرھانی فی الفقہ النعمانی، تحقیق: عبد الکریم سامی الجندی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع اول، ۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۴ء، ج۲، ص۷۶؛ ابن عابدین، محمد امین بن عمر (المتوفى:۱۲۵۲ھ)، رد المحتار علی الدر المختار، دار الفکر، بیروت، طبع دوم، ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء، ج۱، ص۴۸۹

12. Burhān al-Dīn, Maḥmūd ibn Aḥmad, Abū al-Maʿālī, al-Bukhārī, d. 616 AH, al-Muḥīṭ al-Burhānī fī al-Fiqh al-Nuʿmānī, ed. ʿAbd al-Karīm Sāmī al-Jundī, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Beirut, 1st ed., 1424 AH/2004 CE, vol. 2, p. 76; Ibn ʿĀbidīn, Muḥammad Amīn ibn ʿUmar, d. 1252 AH, Radd al-Muḥtār ʿalā al-Durr al-Mukhtār, Dār al-Fikr, Beirut, 2nd ed., 1412 AH/1992 CE, vol. 1, p. 489.

[13] القرافی، احمد بن ادریس، ابو العباس، المالکی (المتوفى:۶۸۴ھ)، الذخیرۃ، تحقیق: محمد حجی، دار الغرب الاسلامی، بیروت، طبع اول، ۱۹۹۴ء، ج۱، ص۳۱۵

13. Al-Qarāfī, Aḥmad ibn Idrīs, Abū al-ʿAbbās, al-Mālikī, d. 684 AH, al-Dhakhīrah, ed. Muḥammad Ḥajjī, Dār al-Gharb al-Islāmī, Beirut, 1st ed., 1994 CE, vol. 1, p. 315.

[14] النووی، یحیی بن شرف، ابو زکریا، محی الدین (المتوفى:۶۷۶ھ)، المجموع شرح المھذب، دار الفکر، بیروت، ج۲، ص۱۶۲، س۔ن

14. Al-Nawī, Yaḥyā ibn Sharaf, Abū Zakariyyā, Muḥyī al-Dīn, d. 676 AH, al-Majmūʿ Sharḥ al-Muhadhdhab, Dār al-Fikr, Beirut, vol. 2, p. 162, ND.

[15] المرداوی، علی بن سلیمان، علاء الدین ابو الحسن، الدمشقی، الحنبلی (المتوفى:۸۸۵ھ)، الانصاف فی معرفۃ الراجح من الخلاف، دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع دوم، ج۱، ص۲۴۴

15. Al-Mardāwī, ʿAlī ibn Sulaymān, ʿAlāʾ al-Dīn Abū al-Ḥasan, al-Dimashqī, al-Ḥanbalī, d. 885 AH, al-Inṣāf fī Maʿrifat al-Rājiḥ min al-Khilāf, Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, Beirut, 2nd ed., vol. 1, p. 244.

[16] عبد الرزاق بن ھمام، الصنعانی، ابو بکر (المتوفى:۲۱۱ھ)، المصنف، تحقیق: حبیب الرحمن الاعظمی، المکتب الاسلامی، بیروت، طبع دوم، ۱۴۰۳ھ، ج۲، ص۸۳، رقم حدیث:۲۵۲۷

16. ʿAbd al-Razzāq ibn Hammām, al-Ṣanʿānī, Abū Bakr, d. 211 AH, al-Muṣannaf, ed. Ḥabīb al-Raḥmān al-Aʿẓamī, al-Maktab al-Islāmī, Beirut, 2nd ed., 1403 AH, vol. 2, p. 83, Ḥadīth no. 2527.

[17] سورۃ النحل، ۱۴/۹۸

17. Sūrat al-Naḥl, 16:98.

[18] سورۃ آل عمران، ۳/۶۴

18. Sūrat Āl ʿImrān, 3:64.

[19] ابو نعیم، احمد بن عبداللہ، الاصبھانی (المتوفى:۴۳۰ھ)، دلائل النبوۃ، تحقیق: الدکتور محمد رواس قلعہ جی، عبد البر عباس، دار النفائس، بیروت، طبع دوم، ۱۴۰۶ھ / ۱۹۸۶ء، ج۱، ص۳۴۳، رقم حدیث:۲۳۹

19. Abū Nuʿaym, Aḥmad ibn ʿAbd Allāh, al-Iṣbahānī, d. 430 AH, Dalāʾil al-Nubuwwah, ed. al-Duktūr Muḥammad Rawwās Qalʿah Jī, ʿAbd al-Barr ʿAbbās, Dār al-Nafāʾis, Beirut, 2nd ed., 1406 AH/1986 CE, vol. 1, p. 343, Ḥadīth no. 239.

[20] صحیح البخاری، ج۱، ص۱، رقم الحدیث۱، باب مقدمة الشارع

20. Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, vol. 1, p. 1, Ḥadīth no. 1, Bāb Muqaddimat al-Shāriʿ.

[21] السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، جلال الدین (المتوفى:۹۱۱ھ)، الحاوی للفتاوی، دار الفکر، بیروت، ۱۴۲۴ھ / ۲۰۰۴، ج۱، ص۳۵۲

21. Al-Suyūṭī, ʿAbd al-Raḥmān ibn Abī Bakr, Jalāl al-Dīn, d. 911 AH, al-Ḥāwī lil-Fatāwī, Dār al-Fikr, Beirut, 1424 AH/2004 CE, vol. 1, p. 352.

[22] ابن عاشور، محمد الطاہر بن محمد، التونسی (المتوفی:۱۳۹۳ھ)، التحریر والتنویر، الدار التونسیۃ، تونس، ۱۹۸۴ء، ج۱۴، ص۲۷۹

22. Ibn ʿĀshūr, Muḥammad al-Ṭāhir ibn Muḥammad, al-Tūnisī, d. 1393 AH, al-Taḥrīr wa al-Tanwīr, al-Dār al-Tūnisiyyah, Tunis, 1984 CE, vol. 14, p. 279.

[23] صحیح البخاری، ج۱، ص۴۷، رقم حدیث:۱۸۳، بَابُ قِرَاءَةِ القُرْآنِ بَعْدَ الحَدَثِ وَغَيْرِهِ، كِتَابُ الوُضُوءِ

23. Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, vol. 1, p. 47, Ḥadīth no. 183, Bābu Qirāʾati al-Qurʾāni Baʿda al-Ḥadathi wa Ghayrih, Kitābu al-Wuḍūʾ.

[24] صحیح البخاری، تحقیق: محمد زہیر بن ناصر، ج۲، ص۵۰، رقم حدیث:۱۱۲۷، بَابُ: قِيَامِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اللَّيْلَ حَتَّى تَرِمَ قَدَمَاهُ، كتاب التهجد

24. Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, ed. Muḥammad Zuhayr ibn Nāṣir, vol. 2, p. 50, Ḥadīth no. 1127, Bābu: Qiyāmi al-Nabiyyi ṣallāhu ʿalayhi wa sallam al-Layla Ḥattā Tarima Qadamāhu, Kitābu al-Tahajjud.

[25] السیوطی، عبد الرحمن بن ابی بکر، جلال الدین (المتوفی:۹۱۱ھ)، الاتقان فی علوم القرآن، تحقیق: محمد ابو الفضل ابراھیم، الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، قاہرہ، ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء، ج۱، ص۲۴۱

25. Al-Suyūṭī, ʿAbd al-Raḥmān ibn Abī Bakr, Jalāl al-Dīn, d. 911 AH, al-Itqān fī ʿUlūm al-Qurʾān, ed. Muḥammad Abū al-Faḍl Ibrāhīm, al-Hayʾah al-Miṣriyyah al-ʿĀmmah lil-Kitāb, Cairo, 1394 AH/1974 CE, vol. 1, p. 241.

[26] سورۃ التوبۃ، 9/10

26. Sūrat al-Tawbah, 9/10.

[27] الطبری، محمد بن جریر، ابو جعفر (المتوفی:۳۱۰ھ)، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، تحقیق: الدکتور عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، دار ھجر، بیروت، طبع اول، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء، ج۲۳، ص۵۹۲

27. Al-Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr, Abū Jaʿfar, d. 310 AH, Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān, ed. al-Duktūr ʿAbd Allāh ibn ʿAbd al-Muḥsin al-Turkī, Dār Hijr, Beirut, 1st ed., 1422 AH/2001 CE, vol. 23, p. 592

[28] الماتریدی، محمد بن محمد، ابو منصور (المتوفی:۳۳۳ھ)، تاویلات اھل السنۃ، تحقیق: د. مجدی باسلوم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع اول، ۱۴۲۶ھ/۲۰۰۵ء، ج۱۰، ص۱۸۹

28. Al-Māturīdī, Muḥammad ibn Muḥammad, Abū Manṣūr, d. 333 AH, Taʾwīlāt Ahl al-Sunnah, ed. Dr. Majdī Bāslūm, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Beirut, 1st ed., 1426 AH/2005 CE, vol. 10, p. 189

[29] سورۃ التوبۃ. 9/10

29. Sūrat al-Tawbah, 9/10.

[30] سورۃ الحاقۃ، 44-47/29

30. Sūrat al-Ḥāqqah, 69:44-47.

[31] سورۃ یونس، ۱۵/۱۱

31. Sūrat Yūnus, 10:15.

[32] الثعلبی، احمد بن محمد، ابو اسحاق (المتوفی:۴۲۷ھ)، الکشف والبیان عن تفسیر القرآن، تحقیق: الامام ابی محمد بن عاشور، مراجعت: الاستاذ نظیر الساعدی، دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع اول، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۲ء، ج۱۰، ص ۳۲

32. Al-Thaʿlabī, Aḥmad ibn Muḥammad ibn Ibrāhīm, Abū Isḥāq, d. 427 AH, Al-Kashf wa al-Bayān ʿan Tafsīr al-Qurʾān, ed. al-Imām Abū Muḥammad ʿĀshūr, Dār Iḥyāʾ al-Turāth al-ʿArabī, Beirut, 1422 AH/2002 CE, vol. 10, p. 32

[33] الطبری، محمد بن جریر، ابو جعفر (المتوفی:۳۱۰ھ)، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، تحقیق: الدکتور عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی، دار ھجر، بیروت، طبع اول، ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء، ج۲۳، ص۵۹۲

33. Al-Ṭabarī, Muḥammad ibn Jarīr, Abū Jaʿfar, d. 310 AH, Jāmiʿ al-Bayān ʿan Taʾwīl Āy al-Qurʾān, ed. al-Duktūr ʿAbd Allāh ibn ʿAbd al-Muḥsin al-Turkī, Dār Hijr, Beirut, 1st ed., 1422 AH/2001 CE, vol. 23, p. 592.

[34] سورة التكوير 19-30/21

34. Sūrat al-Takwīr, 81:19-21.

[35] القشیری، عبد الکریم بن ھوازن (المتوفی:۴۶۵ھ)، لطائف الاشارات، تحقیق: ابراھیم البسیونی، الھیئۃ المصریۃ، مصر، طبع سوم، ج۳، ص۶۹۴

35. Al-Qushayrī, ʿAbd al-Karīm ibn Hawāzin, Abū al-Qāsim, d. 465 AH, Laṭāʾif al-Ishārāt, ed. Ibrāhīm al-Bisyūnī, al-Hayʾah al-Miṣriyyah, Egypt, 3rd ed., vol. 3, p. 694

[36] مکی بن ابی طالب، القیروانی، المالکی (المتوفی:۴۳۷ھ)، الھدایۃ إلی بلوغ النھایۃ فی علم معانی القرآن وتفسیرہ، تحقیق: مجموعۃ رسائل جامعیۃ بکلیۃ الدراسات العلیا والبحث العلمی، جامعۃ الشارقۃ، إشراف: ا. د: الشاھد البوشیخی، مجموعۃ بحوث الکتاب والسنۃ، کلیۃ الشریعۃ والدراسات الإسلامیۃ، جامعۃ الشارقۃ، طبع اول، ۱۴۲۹ھ/۲۰۰۸ء، ج۱، ص۱۱۷

36. Makkī ibn Abī Ṭālib al-Qayrawānī al-Mālikī, d. 437 AH, Al-Hidāyah ilā Bulūgh al-Nihāyah fī ʿIlm Maʿānī al-Qurʾān wa Tafsīrih, ed. Majmūʿat Rasāʾil Jāmiʿiyyah bi Kulliyyat al-Dirāsāt al-ʿUlyā wa al-Baḥth al-ʿIlmī, Jāmiʿat al-Shāriqah, supervision: U.D. al-Shāhid al-Būshīkhī, Majmūʿat Buḥūth al-Kitāb wa al-Sunnah, Kulliyyat al-Sharīʿah wa al-Dirāsāt al-Islāmiyyah, Jāmiʿat al-Shāriqah, 1st ed., 1429 AH/2008 CE, vol. 1, p. 117.

[37] الماوردی، علی بن محمد، ابو الحسن (المتوفی: ۴۵۰ھ)، النکت والعیون، تحقیق: السید ابن عبد المقصود بن عبد الرحیم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ج۶، ص۲۱۸

37. Al-Māwardī, ʿAlī ibn Muḥammad, Abū al-Ḥasan, d. 450 AH, Al-Nukat wa al-ʿUyūn, ed. al-Sayyid Ibn ʿAbd al-Maqṣūd ibn ʿAbd al-Raḥīm, Dār al-Kutub al-ʿIlmiyyah, Beirut, vol. 6, p. 218.